جارج لوکاش

ٹیگور کا ناول ''گاندھی''___ ایک جائزہ

ترجمہ: حبیب اللہ، محمد کاشف گرجاکھی

جرمنی کے 'اعلیٰ' روشن خیال طبقے میں ٹیگور کی بلند بانگ تشہیر ان ثقافتی اتہامات scandals میں سے ایک ہے جو ہمیشہ پہلے کی نسبت زیادہ شد و مد سے بار بار دہرائے جاتے ہیں۔ یہ تشہیر اس سماجی عدم توازن کی طرف ایک اشارہ ہے جو اس طبقے کو درپیش ہے۔ کیونکہ یہ اس کہنہ صلاحیت کی قطعی موت کی نشان دہی کرتی ہے جو طبع زاد اور بناوٹی تحریر میں امتیاز سکھاتی ہے۔ ٹیگور تخیلی تخلیق کار اور مفکر کی حیثیت سے ایک قطعی غیر اہم شخصیت ہے۔ اس میں تخلیقانہ صلاحیت نام کو نہیں۔ اس کے کردار پٹے پٹائے stereotype اور اس کی کہانیاں گھسی پٹی اور غیر دلچسپ ہیں۔ اس کا ادراک لاغر اور ناقابل برداشت ہے۔ وہ اپنی سست رو تحریریوں میں خود اپنی اکتاہٹ سے بچنے کے لئے اپنشیدوں اور بھگوت گیتا کی ردی میں پناہ ڈھونڈتا ہے۔ اس پر طرہ یہ کہ دور حاضر کے جرمن قاری کی سوجھ بوجھ اس قدر کند ہو چکی ہے کہ وہ متن اور حوالے میں فرق نہیں کر پاتا۔ نتیجتاً ہندوستانی فلسفے کی یہ ناکافی باقیات اس بے وقعت مواد کو نیست و نابود کر دیتی ہیں جو خود انہیں تشکیل دیتا ہے۔ اس کے برخلاف یہ مخفی انداز میں اسے تعمق اور فراست کی تھپکی دیتی ہیں۔ یہ حیران کن بات نہیں کہ جرمنی کے تعلیم یافتہ عوام عقلی نکتہ سنجیوں کی طرف بہت راغب ہیں، جب وہ سپینگلر اور کلاسیکی فلسفے اور اسی طرح ایرس Eoress اور ہاف مین Hoffman یا پو Poe کے مابین تفرق کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔ تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ ہندوستان جیسی دور دراز دنیا کے فرق کو سمجھ سکیں۔ ٹیگور وہ ہندوستانی فرنسن Frenssen ہے جسے وہ خود اپنی مجرب اکتاہٹ میں ہلکا سا محسوس کرتا ہے۔ اگرچہ اس کی تخلیقی صلاحیتیں فرنسن سے بھی کم ہیں، تاہم اس کی عظیم کامیابی ہم عصر جرمن ذہنیت کی علامت کی حیثیت سے کچھ معنی رکھتی ہے۔

ٹیگور کی اس بیّن تردید کا ممکنہ ردعمل بین الاقوامی شہرت حاصل کرنا ہوسکتا ہے۔ ٹیگور کو شہرت عام اور

دولت ناتمام (نوبل پرائز) سے نوازنے میں برطانوی بورژوازی کے پاس اپنی وجوہات ہوں گی۔ در حقیقت وہ اپنے علمی ایجنٹ اور کو ہندوستانی عوام کی جدو جہد آزادی کی مخالفت کا انعام دے رہے ہیں۔ تاہم برطانیہ کے لئے قدیم ہندوستان کی فرسودہ ذہانت، اجتماعی فرمانبرداری، کمینگی اور تشدد کے نظریات بلاشبہ اس صورت میں ٹھوس اور صریح معنی رکھتے ہیں جب وہ تحریک آزادی کے ساتھ جڑے ہوئے ہوں۔ جتنی ٹیگور کی شہرت اور سند بڑی ہوگی اتنے ہی موثر اسلوب سے اس کا کتابچہ اس کے اپنے ملک میں جدوجہد آزادی کا سامنا کر سکے گا۔

اپنے تھکا دینے والے اور دلچسپی سے خالی اسلوب کے باوجود ٹیگور کا کام (ناول) ایک کتابچہ ہی ہے جس میں ہجو کے تمام تر گھٹیا ہتھکنڈے استعمال کئے گئے ہیں۔ یہ ہجویات بے لاگ قاری کو بہت شاک گذرتی ہیں۔ جتنی یہ ہجویات مجرب ذہانت میں بھکتی جاتی ہیں اتنی ہی عیاری سے ٹیگور ہندوستانی حریت پسندوں کے خلاف اپنی حقارت کو عالمگیری انسانیت کے عمیق فلسفے کے پردے میں چھپانے کی کوشش کرتا ہے۔

ناول کا تعلق تصادم تشدد کے استعمال کے مسئلے پر مبنی ہے۔ مصنف تحریک آزادی کے آغاز کا منظر نامہ پیش کرتا ہے۔ جس میں برطانوی اشیا کے بائیکاٹ، ان کی ہندوستانی منڈی سے بے دخلی اور ان کی جگہ مقامی اشیا کے استعمال کی جدوجہد کو بیان کیا ہے۔ پھر ٹیگور پر یہ ''گراں قدر'' بحث چھیڑتا ہے کہ اس جدوجہد میں تشدد کے استعمال کا کیا جواز ہے۔ سوال یہ ہے کہ آیا ہندوستان ایک مغلوب ومحکوم ملک ہے؟ پھر بھی ٹیگور کو اس سوال میں کوئی دلچسپی نہیں۔ آخر ٹیگور ایک فلسفی ہے! وہ ایک معلم اخلاق ہے جس کا تعلق صرف 'داخلی حقائق' سے ہے! تشدد کے استعمال سے برطانیہ والوں کی روحوں کو پہنچنے والے آزار کا مداوا خود برطانوی جن شرائط اور جس انداز میں چاہیں کر لیں۔ ٹیگور کا منصب یہ ہے کہ وہ ہندوستانیوں کی روحانیت کے تحفظ کے ساتھ انہیں ان خطرات سے بھی بچائے جو اس تشدد اور دھوکہ دہی کی وجہ سے ان پر مسلط ہیں جن کے ذریعے وہ جدوجہد آزادی کو تازہ خون مہیا کرتے ہیں۔ وہ لکھتا ہے:

''وہ لوگ بقائے دوام حاصل پاتے ہیں جو سچائی کے لئے اپنی جان کا نذرانہ پیش کرتے ہیں، اور اگر تمام لوگ سچائی کے لئے جان دیں تو وہ تاریخ کے صفحات میں حیات جاوید پائیں گے۔''

یہ فقرہ ہندوستان کی کلی غلامی کے نظریے کی کچھ کم ترجمانی نہیں کرتا۔لیکن ٹیگور کا رویہ اپنی پوری شوریدہ سری کے ساتھ اس انداز میں اظہار پاتا ہے جس کے ذریعے اس نے ناول کے عمل اور کرداروں میں اپنے مطالبے کو ڈھالا ہے۔جس تحریک کی مرقع کشی اس نے کی ہے وہ روشن خیالوں کے لئے رومانوی تحریک ہے۔اگر ہم مشابہت پر زیادہ غور نہ کریں تو یہ ہمیں اٹلی میں کاربوناری Carbonari اور حقیقتاً بعض پہلوؤں (خاص کر نفسیاتی پہلوؤں) سے روس میں نارودنکیوں Narodinks کی تحریکوں کی یاد دلاتی ہے،اگر چہ ان تحریکوں کے سماج کلیتاً مختلف تھے۔رومانوی تخیل پرستی،نظریاتی مبالغہ آرائی اور جہادی جوش ان تحریکوں کی بنیادی خصوصیات ہیں۔لیکن یہ تو ٹیگور کے تجزیہ کا نقطۂ آغاز ہے۔اس کا میلان طبع اس جہادی رومانیت کی طرف ہے جس کے نمائندے بلاشبہ وہ لوگ تھے جنہیں خالص اصول پرستی اور خودنثاری کے جذبے نے متحرک کیا ہے۔اور انہیں چالبازی اور جرم کی زندگی دان کی تھی۔اس کا ہیرو ایک معمولی نواب ہے جو رائج نظریے کی وکالت کرتا ہے۔اسے ایک وطن پرست مجرم گروہ اپنے حریصانہ مظالم کا شکار بنا کر داخلی اور خارجی سطح پر تباہ و برباد کردیتا ہے۔اس کا گھر تباہ ہوجاتا ہے۔وہ ایک ایسی لڑائی میں گھر جاتا ہے جسے وطن پرستوں نے ہوا دی تھی۔ٹیگور کے مطابق وہ بذات خود قومی تحریک کا مخالف نہیں۔اس کے برخلاف وہ قومی صنعت کو فروغ دینا چاہتا ہے۔وہ مقامی اشیا پر تجربات کرتا ہے۔اگر چہ اسے ان کا کوئی معاوضہ نہیں ملتا۔وہ وطن پرستوں کے رہنما کو پناہ دیتا ہے (جو گاندھی کی تحقیر اور خندہ آور چربہ ہے۔) لیکن جب معاملات اس کی برداشت سے باہر ہوجاتے ہیں تو وہ وطن پرستوں کے تشدد سے متاثرہ ہر شخص کی حفاظت کرتا ہے اور اس ضمن میں وہ اپنے ہتھیاروں کے ساتھ برطانوی پولیس سے بھی مدد لیتا ہے۔

یہ پراپیگنڈے سے بھرپور اور ورغلانے والا یک طرفہ جملہ' ناول کو فنکارانہ زاویہ نگاہ سے قطعی طور پر بے وقعت بنا دیتا ہے۔ہیرو کا مدمقابل حقیقی حریف نہیں بلکہ ایک گھٹیا چالباز ہے۔مثال کے طور پر جب وہ ہیرو کی بیوی کو پھسلا کر اس سے قومی مفادات ے نام پر بہت سے روپے بٹور لیتا ہے اور اسے چوری پر اکساتا ہے تو وہ یہ روپے تحریک آزادی کی نذر نہیں کرتا بلکہ سونے کے چمکتے ہوئے ٹکڑے پا کر جشن مناتا ہے۔یہ حیران کن بات نہیں کہ وہ مرد اور عورتیں جنہیں وہ بھٹکا رہا تھا اس وقت حقارت سے اس کا ساتھ چھوڑ جاتے ہیں جب انہیں اس کی اصلیت معلوم ہوتی ہے۔

ٹیگور کی تخلیقی صلاحیت ایک معقول کتابچے کے تقاضے بھی پورے نہیں کر پائی۔ اس کے پاس اتنا تخیل بھی نہیں کہ وہ اس طرح کی موثر تہمت گوئی کر سکے جو 'دستویفسکی' اپنے انقلاب مخالف ناول The Possessed میں کرنے میں قدرے کامیاب ہوا۔ کہانی کا 'روحانی' پہلو گھٹیا قسم کا ایسا بوسیدہ تانا ہے جسے ہندوستانی حکمت کے نوادرات سے لیا گیا ہے۔ انجام کار یہ (روحانیت گھر کے سربراہ کی استقامت کے مسئلے تک محدود ہو کر رہ جاتی ہے۔ ایسا اچھا اور ایماندار سربراہ جس کی بیوی ایک رومانوی چالباز کے بہکاوے میں آ جاتی ہے لیکن اس کا اصل چہرہ بے نقاب ہو جانے پر وہ پشیمانی میں اپنے خاوند کے پاس لوٹ آتی ہے۔

یہ مختصر جائزہ اس 'عظیم انسان' کی عظمت کو بے نقاب کرنے کے لئے کافی ہے جسے جرمن روشن خیال 'پیغمبر' کا درجہ دیتے ہیں۔ اس کلی طور پر تردیدی تنقید کا جواب دینے کے لئے اس کے مداح یقیناً اس کی دیگر 'زیادہ آفاقی' تصانیف کا حوالہ دیں گے۔ تاہم، ہماری رائے میں ایک عقلی رجحان کے معنی اس بات سے بعینہٖ آشکار ہوتے ہیں کہ وہ ہم عصر اہم مسائل کے متعلق کیا کہتا ہے۔ کیا اس سے توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ الجھاؤ کے دور میں کوئی راستہ دکھا پائے گا؟ بلاشبہ کسی نظریے یا نقطۂ نظر (یا وہ لوگ جو اس کا دعویٰ کرتے ہیں) کی وقعت یا بے وقعتی اس بات سے آشکار ہوتی ہے کہ وہ اس دور کے لوگوں کو ان کے مسائل اور تگ و دو کے متعلق کیا مشورہ دیتا ہے۔ ذہانت کو نرے نظریے کے غبارے (اور خوش نما کمرے کی دیواروں) میں پرکھنا مشکل ہے۔ یہ اسی لمحے اپنے آپ کو ظاہر کر دیتی ہے جب یہ انسانوں کے رہبر کا مرتبہ حاصل کرتی ہے۔ جیسا کہ ہم کہہ چکے ہیں کہ اس (ٹیگور) کی ذہانت، برطانوی پولیس کی عقلی خدمت بجالائی ہے اس لیے اس کی باقیات پر توجہ صرف کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

جارج لوکاش کا یہ مضمون مضامین کے مجموعے **Reviews and Articles** سے لیا گیا ہے جسے Merlin Press, London نے 1983 میں شائع کیا۔

جارج لوکاش، George Lukac's جدید مارکسی فکر میں اہم نام ہے جس نے مارکس پر ہیگل کے اثر کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا۔ اس نے بتایا کہ مارکس ہیگل کا پیروکار بھی تھا اور بے رحم نقاد بھی، اس نے ہیگل سے کیا لیا اور کیا رد کیا۔ اس نے ہیگل کے فلسفے میں جدلیاتی عنصر اور عینیتی اثرات کو علیحدہ کر کے دکھایا۔ اس نے یہ ثابت کیا کہ ہیگل کو جانے اور سمجھے بغیر مارکس کو سمجھنا ناممکن ہے۔

لوکاش نے یک رخے میکانکی اور ڈارونزم کے رویوں کی مخالفت کی اور مارکسی فلسفے کے جدلیاتی خدوخال بیان کئے۔لوکاش کا ایک اور بڑا کارنامہ 'غیر عقلی' فلسفے کا مدلل جواب ہے۔

لوکاش کی تمام تحریریں گہرا فلسفیانہ رنگ لئے ہوئے ہیں۔مختصراًوہ ہیگل_مارکس کی لڑی کا دانش ور ہے۔ مارکسی ادب، تنقید اور جمالیات کی روایت میں اس کا بہت بڑا مقام ہے۔اور اس نے ادب میں رومانوی اور غیر عقلی رجحانات کا منہ توڑ جواب دیا۔

اس کی لکھی ہوئی کتابیں یہ ہیں۔

1. Soul and Form
2. Theory of Novel
3. The Rise of Histrical Novel
4. The Meaning of Contemporary Realism
5. Essays on Thomas Mann
6. Goethe and His Age
7. Write and Critic
8. History and Class-Consciousness
9. Studies in European Realism
10. Solzhenitsyn
11. The Young Hegel
12. Destruction of Reason
13. Ontology of Social Being, Hegel
14. Ontology of Social Being, Marx.
15. Specificity of Aesthetics (English Translation, not available)